OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 2,July-Dec 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.02.0088, PP: 67-80

اسلامی تصورِ احتساب اور عدلیہ پر اس کا اطلاق

Islamic Concept of accountability & Its Implementation on judicial system

Published: 25-09-2021
Accepted: 26-08-2021
Received: 25-07-2021

Kh. Awais Ahmed
Lecturer Islamic Studies,Higher Education Department, AJ&K
Email: awaisusman98@gmail.com

Muhammad Arif
Teaching Assistant, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University,Mansehra
Email: arif.hu1981@yahoo.com

Dr.Uzma Begum
Associate Professor, Principal PGCG Khrick Rawalakot
Email: druzma2007@gmail.com

Abstract

Accountability has a very significant role in Islamic law. The process of accountability is very important for the amelioration of the state, society, family, and individual in the world. Some orders are issued for rectification and some matters are ordered to be avoided. The execution of these prohibited acts leads to accountability in society. Furthermore, many people are given powers to carry out the affairs of the state, the misuse of which can lead to great catastrophe. Hence, it is very critical to hold accountable those who hold these positions from time to time. One of these influential positions is that of the judiciary to which the Islamic concept of accountability is very substantial. Now the question is, what is the concept of accountability in Islam? And what was the exercise of accountability of the judiciary in the Qur'an and Hadith and Islamic history? This matter will be discussed in this manuscript. This research will refer to the introduction of accountability using authoritative citations to illustrate the Islamic concept of accountability, its sources, and strategies. How did accountability apply to the judiciary in Islamic history? Specimens are also included in this study and will be discussed. The importance of this research and its results will be disclosed in the conclusion. We will know that Islamic law has comprehensive laws of accountability, and how this sector has been kept on the right track by applying the law of accountability to the judiciary in the past.

Keyword: *Islamic Concept, accountability, judicial system, judges,Qazi*

تعارف:

احتساب دراصل اللہ تعالی کا منصب و مقام ہے، وہی اس کائنات کو دیکھنے والا، اس کا حساب و کتاب رکھنے والا اور مخلوق کے اعمال کا جائزہ لینے والا ہے۔اللہ تعالی کی صفات و اسماء میں سے ایک نام "الحسیب" بھی ہے۔ارشاد ہے: " وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝ "[1](اور حساب لینے کے لیے اللہ تعالی ہی کافی ہے) اور " اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا۝ "[2](بے شک اللہ تعالی ہر چیز کا حساب لینے والا ہے)۔پس اس دنیا کا اصل محتسب اللہ تعالی ہی ہے۔

تخلیق آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی نیابت کی بنیاد پر جہاں بہت ساری دیگر صفات واختیارات سپردِ نسلِ آدم ہوئیں وہیں احتساب کا فرضِ معین بھی ذمہ دارانِ بنی نوعِ انسان کو تفویض کیا گیا۔اپنا احتساب، اپنے بال بچوں کا احتساب، خاندان، معاشرہ اور تہذیب و تمدن کا احتساب، گزشتہ وآمدہ نسلوں کا احتساب اس عمل کے وہ دائرہ ہائے کار ہیں جن سے کوئی فرد مبرا نہیں۔یہ کتنا اہم فریضہ ہے؟ اس بات کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ تخلیق کے فوراً بعد اولین انسان نے حاکم کائنات کے جن شعائر اقتدار کا مشاہدہ کیا ان میں احتساب سرفہرست تھا، امر خداوندی سے انکار پر فوری احتساب۔ گویا احتساب اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ حضرت انسان خود۔

خود حضرت آدم علیہ السلام کو بھی حالات کے دائرے اسی عمل میں کھینچ لائے اور آپ کو زوجہ محترمہ سمیت زمین پر اتار دیا گیا۔یہ واقعہ تمام صحائف کی زینت رہا تاکہ احتساب کا عمل زندہ رہے اور اس کا تصور ماند نہ پڑنے پائے۔

تخلیقِ آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والا عملِ احتساب ایک تسلسل کے ساتھ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پہنچا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات سے احتساب کے اصول و ضوابط اپنی امت کو فراہم کیے۔یہ ایسے عادلانہ اور منصفانہ نظام کے قیام کی طرف لے جانے والے اصول ہیں جن میں امیر و غریب، چھوٹے بڑے، کالے گورے اور صاحب منصب اور عام شہری میں کوئی فرق نہیں۔ عملِ احتساب کے راستے میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسترد کیا۔ایک عورت جو معاشرے کے بااختیار طبقے سے تعلق رکھتی تھی، نے چوری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف سے سفارش کی گئی کہ اس کی سزا میں تخفیف کر دیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پچھلی قومیں اسی لیے برباد ہوئی کہ ان کے بااختیار لوگ جب جرم کرتے تو ان کو چھوڑ دیا جاتا اور جب عام شخص جرم کرتا تو اسے سزا دی جاتی۔[3] اسی طرح ایک عامل جب کچھ تحائف لے کر واپس لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزنش فرمائی کہ اگر تم اپنے گھر میں بیٹھے رہتے تو کیا تمھیں کوئی یہ تحائف دیتا؟ یقیناً نہیں تو پھر یہ تحائف تمھارے لیے حلال نہیں ہیں۔[4] الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشینوں نے عملی طور پر "احتساب سب کے لیے" کو ثابت کر دکھایا جس کی مثالیں تاریخِ اسلام اور سیرت کی کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

عدلیہ ایک ریاست کا کلیدی ادارہ ہوتا ہے۔کسی ریاست میں نظم و نسق، امن و امان اور راست روی کے قیام کے لیے عدلیہ بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔اسی وجہ سے ریاست میں آزاد اور خود مختار عدلیہ کا قیام بنیادی ترجیح ہوتی ہے۔اسی طرح اس شعبہ میں فرائض سرانجام دینے والے قضاۃ اور ججز کسی ریاست کے اہم عہدے دار ہوتے ہیں جنھیں ریاست خاص اختیارات سے

نوازتی ہے، مگر اس عہدے کی اہمیت اور مفوّضہ اختیارات کی بناء پر یہ امر اہمیت حاصل کر جاتا ہے کہ حکومت کے دیگر عہدے داران کی طرح عدلیہ کو بھی علی الاطلاق آزادی اور خود مختاری حاصل نہ ہو بلکہ وہ بھی احتساب کے کڑے عمل کے تحت زیر بحث لائے جا سکیں اور کوئی بھی اس عہدے اور اختیار کا ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔

قرآن و حدیث کی اصولی تعلیمات کے علاوہ تاریخِ اسلام میں عدلیہ اور عمّال کے احتساب کی عملی تطبیقات، مثالیں اور واقعات موجود ہیں، ذیل میں احتساب کا تعارف اس کی ضروری مباحث اور اسلام کے تصور احتساب کے حوالے سے قرآن و حدیث کی تعلیمات اور عدلیہ پر ان کی عملی تطبیقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

احتساب لغوی معنی:

حَسب کے معنی گننے اور شمار کرنے کے ہیں، اسی مادہ کے معنی عظمت و شرف کے بھی ہیں جو کسی کے باپ دادا میں پائی جاتی ہو یعنی آباء واجداد کے مفاخر، کیوں کہ انسان اپنی پچھلی نسلوں کی عظمتوں اور مفاخر کو شمار کرتا ہے۔[5]

احتساب کے معنی اجر و ثواب کے لیے کوئی کام کرنے کے بھی آتے ہیں۔ چناں چہ حدیث میں ہے:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناًوَّاِحْتِسَاباً غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"[6]

(جس نے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔)

لفظ احتسب مثلاً "احتسب اجراً "کے معنی ہیں" اس نے صلہ اور اجر کا حساب کیا" یا "اس نے اللہ تعالیٰ سے آخرت میں ملنے والی جزا کی امید قائم کی"۔ قرآن کریم میں ہے "ویرزقه من حیث لا یحتسب"[7] کہ اللہ تعالیٰ اسے اس طرح رزق فراہم کرتا ہے کہ اسے اندازہ بھی نہیں ہوتا، اس نے اس کی توقع بھی نہیں کی ہوتی اور اس کے خیال میں بھی نہیں آیا ہوتا۔

اصطلاحی مفہوم:

فقہی کتب میں احتساب کے لیے بالعموم "حسبہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جب کہ اس فریضہ کو انجام دینے والے کو "محتسب" بھی کہا گیا ہے اور "والی الحسبۃ" کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے۔

الماوردی نے احتساب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"هُوَ أَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اذا ظَهَرَ تَرْكُه وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ اذا ظَهَرَ فِعْلُه"[8]

(کسی اچھائی کا ترک اور کسی برائی کا ارتکاب اگر کھلم کھلا ہو تو اس کا سدّ باب "احتساب" کہلاتا ہے۔)

محمد علی تھانوی کہتے ہیں: از روئے شریعت حسبہ اور احتساب کے معنی ہیں کسی ایسی اچھائی اور نیکی کا حکم دینا جسے لوگوں نے ترک کر دیا ہو، اور ایسی برائی سے روکنا جس کے لوگ مرتکب ہو رہے ہوں۔ شریعت میں حسبہ کا لفظ عام ہے اور ہر اس امرِ مشروع کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے۔ مثلاً اذان، اقامت، اداء شہادت جیسے امور جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ قضاء بھی حسبہ ہی کا ایک حصہ ہے۔[9]

اسلامی نظام احتساب کے نتائج و ثمرات

وقت کے ساتھ ساتھ انسان کا ذہن و دل آلودہ ہو جاتا ہے، فکر و نظر بھٹک جاتے ہیں اور انسان شیطان کی باتوں میں آ کر

سیدھی راہ گم کر بیٹھتا ہے۔احتساب انفرادی اور اجتماعی طور پر انسان کو اِن آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔روزانہ پانچ وقت کا احتساب بار بار انسان کو اس کی حقیقت سے آشنا کرتا ہے،اس کے بعد بھی اگر کوئی کسر رہ جائے تو سال بھر کے بعد رمضان کا احتساب ان آلائشوں کو دور کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔دولت کے باعث پیدا ہونے والی ناپاکیوں کو زکوۃ کا عملِ احتساب پاک کرتا ہےاور عمر بھر کے گناہوں کے لیے حج کا عمل احتساب کا کام کرتا ہے۔یہ عملِ احتساب کے نتائج و ثمرات ہیں جو دنیا میں انسان اور انسانی معاشرے کو میسر آتے ہیں۔

احتساب اور تصورِ آخرت

اسلام کے اس ہمہ جہت نظامِ احتساب کے باوجود اس دنیا میں کامل احتساب ممکن نہیں۔اس عمل کی تکمیل کے لیے اللہ تعالی اپنی عدالت برپا کرے گا،تب وہ سب لوگ جو اس عمل احتساب کی زد میں آئے یا بچ گئے اپنے اچھے یا برے انجام تک پہنچائے جائیں گے۔لہٰذا کوئی بھی شخص جو کسی وجہ سے یہ گمان رکھتا ہو کہ اس دنیا میں اس کا احتساب نہیں ہو سکتا، جرم وگناہ پر جرات نہیں کرے گا اگر اس کے دل میں تصورِ آخرت جاگزیں ہو کہ کل اللہ مالکِ کُل کے سامنے پیشی ہونی ہے اور وہاں دنیا میں کیا ہوا ہر پوشیدہ وعلانیہ امر دن کی روشنی کی طرح نمایاں ہو جائے گا۔

سب سے پہلے اسلام نے معاشرے کو مساوات کا درس دیا،اسلام کے بعد آج تک کوئی نظام معاشرے کو اس سے بڑھ کر کوئی درس نہ دے سکا،سب سے پہلے اسلام نے عدالتوں کو عدل وانصاف کا درس دیااس کے بعد آج تک کوئی نظام عدالتوں کو اس سے برتر کوئی درس نہ دے سکا،سب سے پہلے اسلام نے نظام تعلیم کو معرفت وحقیقت کا درس دیا،اسلام کے بعد آج تک کوئی نظامِ فکر و عمل،نظامِ تعلیم کو اس سے برتر و بہتر درس نہ دے سکا،اسلام نے نظامِ احتساب کو تقویٰ کا درس دیا،اسلام کے بعد کوئی نظام انسانیت کو اس سے عمدہ درس نہ دے سکا۔یہ معراجِ انسانیت ہے اور یہی ختمِ نبوت ہے کہ قیامت تک اس سے بہتر نظام انسان کو کوئی مفکّر،مدبّر،مدرّسِ اخلاق یا کوئی رہنما نہیں دے سکتا۔

عدلیہ کا احتساب:

عدل ایک فطری ضرورت ہے۔مسلم ہو یا کافر،لا دین ہو یا کسی بھی دین کا ماننے والا عدل کی ضرورت ہر ایک کے ہاں مسلّم ہے۔معاشرے سے ظلم و جور کا خاتمہ اسی وقت ممکن ہے جب عدل کا بول بالا ہو۔عدل کا فقدان معاشرے کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔مشہور ہے کہ "کفر کا نظام تو چل سکتا ہے مگر ظلم کا نظام نہیں چل سکتا"۔کسی ریاست میں ایک مضبوط عادلانہ نظام کے لیے قضاۃ اور ججز کا احتساب ضروری ہے۔احتساب کے ذریعے ہی عدلیہ کو جانب داری،رشوت ستانی،عصبیت اور قرابت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ایک آزاد اور غیر جانب دار عدلیہ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے احتساب کا عمل لازمی ہے۔

عدل نہ کرنے والوں پر قرآنی احتساب:

قرآن پاک نے قاضیوں اور فیصلہ کرنے والوں کو عدل سے کام لینے کا حکم دیا۔ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝[10]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمھیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انھیں پہنچاؤ، اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو۔ یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمھیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے، دیکھتا ہے۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا۞ [11]

''کیا آپ نے انھیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اُتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالاں کہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انھیں بہکا کر دور ڈال دے۔''

آیت مبارکہ اگرچہ اپنا ایک خاص پس منظر رکھتی ہے مگر اس کا حکم عام ہے۔ مولانا مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یہاں صریح طور پر طاغوت سے مراد وہ حاکم ہے جو قانونِ الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو، اور وہ نظامِ عدالت ہے جو نہ تو اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو۔ لہٰذا یہ آیت اس معنی میں بالکل صاف ہے کہ جو عدالت طاغوت کی حیثیت رکھتی ہو اس کے پاس اپنے معاملات فیصلہ کے لیے لے جانا ایمان کے منافی ہے اور خدا اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کا لازمی اقتضا یہ ہے کہ آدمی ایسی عدالت کو جائز عدالت تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ قرآن کی رو سے ایمان اور طاغوت سے کفر، دونوں لازم وملزوم ہیں۔ اور خدا اور طاغوت بہ یک وقت دونوں کے آگے جھکنا عین منافقت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ میں رشوت خور قضاۃ کی تردید کی ہے اور اپنے نبی کو تلقین کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے۔ ارشاد ہے:

سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ اَكّٰلُوۡنَ لِلسُّحۡتِ ؕ فَاِنۡ جَآءُوۡكَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ اَوۡ اَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ يَّضُرُّوۡكَ شَيۡــًٔا ؕ وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ۞ [12]

ترجمہ: یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے اور جی بھر بھر کہ حرام کے کھانے والے ہیں، اگر یہ تمھارے پاس آئیں تو تمھیں اختیار ہے خواہ ان کے آپس کا فیصلہ کرو خواہ ان کو ٹال دو، اگر تم ان سے منہ بھی پھیرو گے تو بھی یہ تم کو ہر گز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔

مولانا مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہاں خاص طور پر ان مفتیوں اور قاضیوں کی طرف اشارہ ہے جو جھوٹی شہادتیں لے کر اور جھوٹی روداد یں سن کر ان لوگوں کے حق میں انصاف کے خلاف فیصلے کیا کرتے تھے جن سے انھیں رشوت پہنچ جاتی تھی یا جن کے ساتھ ان کے ناجائز مفاد وابستہ ہوتے تھے۔ [13]

منصب قضا پر فائز لوگ خود اگرچہ کسی پر ظلم نہ کریں لیکن اگر وہ عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑیں گے تو یہ بھی ان کا ظلم ہے۔ اور بروئے قرآن ایسے لوگ ظالم اور فاسق ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [14]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق حکم نہ کریں، وہی لوگ ظالم ہیں۔

اور اگلی آیت میں ارشاد ہے:

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [15]

اور انجیل والوں کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق حکم کریں اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں۔

ایک مرتبہ انصار کے ایک شخص نے چوری کر کے اس کا الزام ایک یہودی پر عائد کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف فیصلہ لینے کی کوشش کی تو قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا [16]

یقیناً ہم نے تمھاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔

احتسابِ قضاۃ اور حدیث:

- عن عبد الله بن أبي أوفى ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " إن الله مع القاضي ، ما لم يجر . فإذا جار وكله إلى نفسه " [17]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی مدد قاضی (فیصلہ کرنے والے) کے ساتھ اس وقت تک ہوتی ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے، جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ ». [18]

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا قاضی (فیصلہ کرنے والا) بنایا گیا تو وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « الْقُضَاةُ ثَلاَثَةٌ وَاحِدٌ فِى الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِى النَّارِ فَأَمَّا الَّذِى فِى الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِى الْحُكْمِ فَهُوَ فِى النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِى النَّارِ». [19]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین طرح کے ہیں؛ ایک جنتی ہے اور دو جہنمی ہیں۔ پس جنت میں تو وہ جائے گا جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور وہ آدمی جس نے حق پہچانا مگر فیصلہ کرنے میں ظلم کیا تو یہ شخص آگ میں داخل ہوگا۔ اور وہ آدمی جس نے جہالت کے باوجود فیصلہ کر دیا وہ بھی جہنمی ہے۔

عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں قضاۃ کا احتساب:

دورِ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو اس ریاست کے پہلے سربراہ اور قاضی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے براہِ راست وحی کے تابع فرمان ہوتے تھے اس لیے ان امور میں کسی قسم کے احتساب کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر مبارک

کے آخری حصہ میں صحابہ کرام سے فرمایا اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہو تو میری پیٹھ حاضر ہے وہ بدلہ لے لے، کسی کی بے آبروئی کی ہو تو میری آبرو حاضر ہے وہ بدلہ لے لے۔ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے کسی کی حق تلفی کا امکان نہیں تھا مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لیے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ امت سمجھ لے کہ اگر صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم احتساب سے ماوراء نہیں ہیں تو ان سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جسے استثناء حاصل ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے تو اسے قرآن و حدیث کے ذریعے فیصلہ کرنے کا حکم دیتے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو، ساتھ ہی آسانی اور سہولت والا معاملہ کرنے کی تلقین فرماتے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

عن أبي موسى قال كان رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا بعث أحدا من أصحابه في بعض أمره قال (بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا) "[20]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو کسی کام (عامل یا گورنر وغیرہ بنا کر) بھیجتے تو فرماتے: بشارت سناؤ اور نفرت مت پیدا کرو اور آسانی پیدا کرنا تنگی نہ پیدا کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجا جب وہ واپس آیا تو اس کے پاس لوگوں سے حاصل کردہ تحفے و تحائف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرزنش فرمائی کہ تمھارے عہدے کے مناسب ہرگز نہیں تھا کہ تم لوگوں سے تحائف وصول کرتے۔[21]

خلافت راشدہ کے زمانے میں اسلامی ریاست بہت وسیع ہو گئی تھی مختلف علاقوں میں گورنر اور عمّال بنا کر بھیجے گئے جو قضاء کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔ان کے احتساب کا طریقہ یہ تھا کہ اگر ممکن ہوتا تو خلیفۂ وقت خود یا پھر ان کی طرف سے کوئی فرد یا کمیٹی کی طرف سے گواہ اور ثبوت طلب کیے جاتے تھے، مدعی اور مدعا علیہ کے بیانات کی چھان بین کی جاتی تھی، اگر قاضی نے ظلم کیا ہوتا یا فیصلہ صادر کرنے میں جانب داری کا مظاہرہ کیا ہوتا تو اسے فوری طور پر عہدہ سے معزول کر دیا جاتا۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو عمّال کے کاموں کی تحقیق کرنے کا کام سپرد کیا تھا۔ چناں چہ محمد بن مسلمہؓ اپنی تحقیق کے بعد حضرت عمرؓ کو خبر کرتے تھے۔[22]

۲۔ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عامل کعب بن مالک کو تحریر کیا کہ "اپنی جگہ کسی کو قائم مقام مقرر کر کے تم سواد کے علاقے کے ہر شہر اور بستی میں جاؤ اور عاملوں کے حالات کی تحقیق کر کے مجھے مطلع کرو۔"[23]

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمّال کے احتساب میں اس قدر دقت نظری کا مظاہرہ کرتے کہ جب کسی عامل کی کوئی غیر شرعی بات معلوم ہوتی یہاں تک کہ اگر معلوم ہو کہ فلاں عامل مریض کی عیادت کے لیے نہیں جاتا اور کمزور و بے سہارا شخص اس تک رسائی نہیں پا سکتا تو آپؓ ایسے عامل کو معزول فرما دیتے تھے۔[24]

۴۔ حضرت عمرؓ کی جانب سے مصر پر عامل عیاض بن غنم باریک لباس زیب تن کرتے تھے اور دروازے پر دربان مقرر کیا ہوا تھا، حضرت عمرؓ مدینہ کے راستے سے گزر رہے تھے کہ کسی شخص نے ان کی شکایت کر دی آپؓ نے محمد بن مسلمہ کو روانہ کیا کہ انھیں جس حال میں پاؤ میرے پاس لے آؤ۔ یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو شکایت کرنے والے کو درست پایا اور عیاض کو لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی باریک قمیص اتروا کر موٹے اون کا ایک کرتا انھیں پہنایا اور ایک لاٹھی اور بکریوں کا گلہ دے کر

فرمایا کہ یہ لو اور بکریاں چراؤ۔ عیاض نے کہا کہ اس سے تو بہتر ہے کہ موت آ جائے آپؓ نے انھیں کئی بار یہی حکم دیا اور جب محسوس کیا کہ انھیں تنبیہ ہو گئی ہے تو منصب پر بحال کر دیا[25]۔

۵۔ حضرت عمرؓ اپنے عمّال سے بوقتِ تقرر وعدہ لیتے تھے کہ وہ باریک لباس نہ پہنیں گے اور نہ ہی دربان مقرر کریں گے اور نہ چھنا ہوا آٹا کھائیں گے اور نہ عمدہ خچر پر سوار ہوں گے، عیاض نے ان میں سے دو امور کی خلاف ورزی کی تھی تو سرزنش کا سامنا کرنا پڑا۔[26]

۶۔ کسی دوسرے کو کام سپرد کرنے کے علاوہ حضرت عمرؓ خود بھی ایام حج میں دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کے ذریعے اپنے عمّال کی خبر گیری کرتے اور ان کے طرز عمل کے بارے میں دریافت کرتے۔ اگر کسی عامل نے ناانصافی کی ہوتی یا ظلم کیا ہوتا تو آپؓ ان کا احتساب کرتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ آپؓ نے حج کے موقع پر جب کہ سب عامل بھی طلب کیے گئے تھے، لوگوں سے اسی حوالے سے دریافت کیا تو مجمع سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ کے فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو اٹھو اور بدلہ لے لو۔ یہ سن کر عمر بن العاصؓ نے کہا: اے امیر المؤمنین اگر آپ نے اپنے عمّال کے متعلق یہ سخت رویہ اپنایا تو یہ ایک مستقل طریقہ بن جائے گا اور اس میں مشقت ہو گی (کہ پھر کوئی عامل بننے کے لیے تیار نہ ہو گا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان کا احتساب نہ کروں حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو بدلہ اور احتساب کے لیے پیش فرمایا ہے۔ پھر فرمایا اے آدمی اٹھ اور قصاص لے۔

پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا تو ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس کو کسی طرح راضی کر لیں۔

راوی کہتا ہے کہ عمرؓ نے اس کی اجازت دے دی اور لوگوں نے اس شخص کو فی کوڑا دو دینار کے عوض راضی کیا۔[27]

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر کو خط لکھا اور اس میں قاضیوں کے احتساب کی یہ ہدایت بھی دی کہ "تمھارا فرض ہے کہ قاضیوں کے فیصلوں کی بھی جانچ کیا کرو، انھیں اتنا معاوضہ دو کہ وہ اپنی ضرورتوں سے بے پروا ہو جائیں اور ہر فکر سے آزاد ہو کر انصاف کریں۔

۸۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک باغ کے معاملہ پر تنازع پیدا ہو گیا۔ دونوں حضرات سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ زید رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ مجھے بلا لیا ہوتا آپ نے کیوں تکلیف کی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: فی بیتہ یوتی الحکم (یعنی حاکم اور ثالث کے گھر پر فریقین کو حاضر ہونا چاہیے۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی جگہ سے ہٹ کر حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ امیر المؤمنین یہاں تشریف رکھیں تو حضرت عمرؓ نے احتساب کیا کہ زید! تم نے ابتدا ہی ظلم سے کی۔ تم مجھے میرے فریق کے ساتھ بٹھاؤ۔ جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دعویٰ پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے گواہ طلب کیے، انھوں نے کہا کہ میرے پاس کوئی گواہ نہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا ہو گا۔ اور پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اُبی! امیر المومنین سے حلف نہ اٹھواؤ۔ حضرت عمرؓ نے زیدؓ کا پھر محاسبہ فرمایا کہ زید! کیا تم سبھی لوگوں کا اسی طرح فیصلہ کرتے ہو؟ زید نے انکار کیا تو حضرت

عمرؓ نے فرمایا کہ پھر اسی طرح ہمارے درمیان بھی فیصلہ کرو جس طرح سب کا کرتے ہو۔ پھر زیدؓ نے حضرت عمرؓ سے حلف لے کر ان کے حق میں فیصلہ کیا۔اس موقع پر حضرت عمرؓ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو قضاۃ کی تربیت کے لیے بہترین مثال ہے:

"زید اس وقت تک منصب قضاء کے اہل نہیں ہو سکتے جب تک عمر (امیر المومنین) اور عام مسلمانوں میں سے معمولی آدمی، ان کے نزدیک برابر نہ ہوں۔[28]

عدلیہ کا احتساب اموی دور میں:

خلفاء راشدین کے بعد اموی دور میں بھی اگر قاضی اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کرتا تو اُن کا بھی احتساب ہوتا رہا ہے، جیسا کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو مصر کے قاضی یحییٰ بن میمون کے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے ایک یتیم لڑکے کے حق میں غیر عادلانہ فیصلہ کیا ہے تو خلیفہ وقت نے گورنر مصر کو لکھا کہ قاضی کو فوراً پکڑ کر عہدے سے معزول کر دو اور اس کی جگہ کسی ایسے پاک اور متقی شخص کو قاضی مقرر کرو جو حق و باطل کے معاملہ میں کسی سے بھی مرعوب نہ ہو۔[29]

عدلیہ کا احتساب عباسی دور میں:

اموی عہد کے بعد عباسی دور میں بھی عدل و احتساب کی روایات کو زندہ و برقرار رکھا گیا یہاں تک کہ خلیفہ بھی احتساب سے بریٔ الذمہ نہیں تھا۔

خلیفہ المتوکل علی اللہ جعفر کے دور میں قاضی احمد بن ابی داود کو منصب قضاء کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ قاضی نے عدل وانصاف کے معاملے میں حق و صداقت کا دامن چھوڑ کر جب رشوت ستانی کا سلسلہ شروع کیا تو خلیفۂ وقت نے ان کا احتساب اس انداز میں کیا کہ انھیں معزول کر دیا، ان کی جاگیر ضبط کر لی گئی، ان کے لڑکے سے ایک لاکھ درہم وصول کیے گئے اور ان کی جگہ قاضی یحییٰ ابن النعم کو قاضی القضاۃ کا عہدہ سونپا گیا۔[30]

قاضی یحییٰ کچھ عرصہ تو عدل انصاف کے تقاضوں کو بخوبی سرانجام دیتا رہا مگر کچھ عرصہ کے بعد بدعنوانی اور نااہلی کی بنا پر انھیں بھی معزول کر دیا گیا، بصرہ میں ان کی جو زمین تھی وہ بھی ضبط کر لی گئی۔[31]

بدعنوانی اور ناانصافی کے ساتھ ساتھ اگر قاضی حضرات وقت مقرر پر عدالت قائم نہ کرتے یا سستی اور غفلت کا مظاہرہ کرتے تو ان کی سرزنش کی جاتی تھی جیسا کہ ابراہیم بن بطحا جو محتسبِ بغداد تھے، ابو محمد بن حماد کے مکان کے قریب سے گزر رہے تھے جو وقت کا قاضی تھا اہل مقدمات ان کے گھر کے باہر انتظار میں کھڑے تھے، دن کافی چڑھ چکا تھا، دھوپ میں کافی شدت آچکی تھی، محتسب نے دربان کو بلا کر کہا کہ قاضی سے کہو کہ اہل مقدمات دھوپ میں بیٹھے ہیں، آپ کے انتظار کی تکلیف اٹھا رہے ہیں یا تو اجلاس میں آکر کام کرو یا عذر سے آگاہ کرو تاکہ وہ پھر کسی وقت آئیں۔[32]

درج بالا واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض دفعہ محتسب بھی بذات خود عدالت میں جا کر لوگوں کے مسائل دریافت کرتا تھا۔ اگر عدل وانصاف کے سلسلے میں کسی قسم کی لاپرواہی کی جارہی ہوتی تو قاضی کی فوراً باز پرس کی جاتی۔

برصغیر پاک و ہند میں ججز کا احتساب:

محمود غزنوی کے پاس ایک قاضی کی شکایت پہنچی کہ اس نے امانت میں خیانت کی ہے جب تحقیقات سے جرم ثابت ہو گیا

تو محمود غزنوی نے قاضی کو پہلے پھانسی کی سزا سنائی اور پھر اس کی پیرانہ سالی کے باعث دائرۂ احتساب کو فقط قاضی کی ضبطیٔ جائیداد اور معزولی تک محدود کر دیا۔[33]

برصغیر پاک و ہند میں ججز کا احتساب نہ صرف عدل و انصاف کے تقاضوں کو مجروح کرنے پر کیا جاتا تھا بلکہ ان کی نجی زندگی بھی مشاہدے میں رہتی تھی، اگر کوئی غلطی کرتا تو اس کی گرفت کی جاتی تھی جس طرح علاء الدین خلجی کے زمانے میں ایک قاضی نے شراب پی لی، اس شراب کی وجہ سے قاضی کا احتساب کیا گیا اور اسے سزا دی گئی۔[34]

عدل و احتساب کا حقیقی مقصد تو ظلم کا سد باب ہے۔ جہانگیر ایک شہر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: اس شہر کے لوگ نہایت کمزور دل اور عاجز ہیں میں نے احتیاط کی بنا پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل لشکر میں کوئی ان کے گھروں میں گھس کر ان پر ظلم و ستم کر بیٹھے اور قاضی اہل لشکر کی رو رعایت کی وجہ سے انصاف میں کوتاہی کریں اور لوگ اس ظلم کی فریاد مجھ تک لے کر نہ آسکیں میں ہر روز اس تاریخ سے جب سے اس شہر میں آیا ہوں ظہر کی نماز کے بعد باوجود شدید گرمی انتظار میں بیٹھا رہتا ہوں کہ کوئی کسی ظلم کی شکایت لے کر میرے پاس آئے۔[35]

ججز کا احتساب اور پاکستانی قانون:

پاکستان میں ججز کے احتساب کے لیے سپریم جوڈیشل کونسل کے نام سے ایک ادارہ ہے جو بدعنوانی اور کرپشن کی بنیاد پر ججز کا احتساب کرتا ہے۔ پاکستان میں اعلی عدالتوں کے ججز کا احتساب ۱۹۷۰ء کے آئین کے آرٹیکل PLD 2000,SC (209)869 کے تحت کیا جا سکتا ہے۔ آرٹیکل (209) میں لکھا ہے کہ کسی جج کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت برتنے، بدعنوانی اور کرپشن کی بنیاد پر معزول کیا جا سکتا ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت سپریم جوڈیشل کونسل ایک کمیشن قائم کرتی ہے جس کے افسران کیس کی مکمل تحقیقات کرتے ہیں۔[36]

پاکستان میں اعلی عدالتوں کے بعض ججز کو مختلف وجوہات کی بناء پر احتساب کے عمل سے گزرنا پڑا۔ ۱۹۶۰ء میں جسٹس اخلاق حسین مغربی ہائی کورٹ کے جج تھے جن پر عدم نظم و ضبط کے الزام تھے، ان کے خلاف سپریم جوڈیشل کونسل میں ریفرنس دائر ہوا تو ان پر بھی الزام لگایا گیا کہ وہ بیرون ملک سے ذاتی استعمال کے لیے جو بندوق لائے تھے انھوں نے اسے ذاتی استعمال کی بجائے اسلحے کی فرم کو فروخت کر دیا۔

اس الزام کی بنیاد پر جسٹس نے کونسل کے فیصلے سے قبل ملازمت سے استعفی دے دیا۔

غلط سفارش کی بنا پر ۱۹۸۰ء میں پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سید صفدر شاہ کے خلاف ایک صدارتی ریفرنس دائر ہوا، ان پر یہ الزام تھا کہ انھوں نے محمد احمد خان قتل کیس میں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے شریک ملزم ایف ایس ایف کے سید عباس کی رہائی کے لیے سپریم کورٹ کے جج سے سفارش کی تھی، سپریم جوڈیشل کونسل کے فیصلے کے بعد انھیں بھی نوکری سے برخاست کر دیا گیا۔[37]

پشاور ہائی کورٹ نے بدعنوانی اور کرپشن کی بنیاد پر دو ڈسٹرکٹ اور سیشن ججز (فیض اللہ خان اور شاہد نسیم خان) کو ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو کام سے روک دیا۔ اسی طرح جسٹس سید اصغر خان، فقیر الرحمٰن جدون اور سجاد انور کو بھی Misconduct کی

وجہ سے پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے کام سے روک دیا۔

نتیجہ وخلاصہ بحث:

احتساب ایک فطری عمل ہے۔اسلام جو کہ ایک دین فطرت ہے اس نے بھی احتساب کی صرف حوصلہ افزائی ہی نہیں کی بلکہ اس کے اصول و ضوابط بھی فراہم کیے ہیں۔عدلیہ ریاست کا ایک اہم اور بااختیار شعبہ ہے۔قرآن و حدیث نے عدلیہ کو درست روش اختیار کرنے اور عدل وانصاف کے قیام میں مؤثر کردار ادا کرنے کی تلقین کی ہے اور قضاء کو ایک پرخطر وادی قرار دیا ہے۔تاریخ اسلام پر اگر نظر دوڑائی جائے تو عہدِ رسالت سے لے کر دورِ حاضر تک عدلیہ کے شعبہ میں احتساب کا عمل جاری رہا اور اس امر کی بھرپور کوشش کی جاتی رہی کہ عدلیہ کو درست خطوط پر استوار کیا جائے۔ذاتی پسند و ناپسند، عصبیت، رشوت اور دھونس دھاندلی کا باب بند کیا جائے اور اس کے لیے مؤثر اقدامات بھی کیے جاتے رہے۔

ایک فلاحی ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عدلیہ کے شعبہ کو ہر قسم کی خیانت سے پاک کرے اور عدل وانصاف کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے اپنی گراں قدر تاریخ کو سامنے رکھے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ النساء:۶

Al-Nisā,, Verse:06

2 ایضاً:۸۶

Ibid, Verse:86

3 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر، دار طوق النجاۃ، بیروت، ط۱۴۲۲ھ، ح۳۴۷۵، ج:۴، ص:۱۷۵

Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ Bukhārī,Taḥqīq: Muḥammad bin Zuhayr bin Nāṣir, (Dār Tawq al-Najat, Beriūt, Edition:1422ah), Ḥadīth No.3475, Vol:04,p: 175

4 بخاری: حدیث:۶۶۳۶، ج:۸، ص:۱۳۰

Bukhārī, Ḥadīth No.6636, Vol:08,P:130

5 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری، لسان العرب، دار صادر، بیروت، باب الباء۔ح۔س۔ب، الجزء الاول، ص:۳۱۰

Ibn-e-Manzūr, Jamāl Al-Dīn Muḥammad bin Mukarrum, Lisān Al-'rab, (Dār Ṣādar, Beriūt), Bāb Al-Bā,, Ḥa.Sīn,Bā, Vol:01,P:310

6 بخاری: حدیث:۱۹۱۰، ج:۳، ص:۲۶

Bukhārī, Ḥadīth No.1910, Vol:03,p:26

7 سورۃ الطلاق:۳

Al-Ṭalāq, Verse:03

[8] الماوردی، ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیۃ، تحقیق: احمد جاد، دار الحدیث، القاہرہ، ط ۲۰۰۶، ص: ۳۴۹

Al-Māwardī, Abī al-Ḥasan 'lī bin Muḥammad, Al-Aḥkām al-Sulṭāniyyat, Taḥqīq Aḥmad Jād, (Dār al-Ḥadīth Cario, 2006ac),p:349

[9] تھانوی، محمد اعلی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، مکتبۃ لبنان، بیروت، طبع: ۱۹۹۶، ص: ۱۰۸

Thānwī, Muḥammad 'lī Thānwī, Kashāf Iṣṭilāḥāt al-Fonūn, (Maktabat Labnān, Beriūt, 1996ac), p:108

[10] سورۃ النساء: ۵۸

Al-Nisā,, Verse:58

[11] سورۃ النساء: ۶۰

Al-Nisā,, Verse:60

[12] سورۃ المائدۃ: ۴۲

Al-Mā,idat, Verse:42

[13] مودودی، سید ابوالاعلی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ج: ۱، ص: ۴۷۱

Mowdūdī, Syed Abū al-A'lā, (Idārat Tarjmān al-Qurān, Lāhore), Vol:01,p:471

[14] سورۃ المائدۃ: ۴۵

Al-Mā,idat, Verse:45

[15] ایضاً: ۴۷

Ibid, Verse:47

[16] سورۃ النساء: ۱۰۵

Al-Nisā,, Verse:105

[17] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، تعلیق: محمد فؤاد عبدالباقی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ح: ۲۳۱۲، ج: ۳، ص: ۵۵

Ibn-e-Majat, Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Yazīd Ibn-e-Mājat, Sunan Ibn-e-Mājat, Ta'līq: Muḥammad Fuād 'bd al-Bāqī, (Dār al-Fikar le al-Ṭibā'at wa al-Nashr wa al-Tawzī',Beriūt),Ḥadīth No.2312, Vol:03,p:55

[18] ابو داؤد، ح، ۳۵۷۴، ج: ۳، ص: ۳۲۴

Abū Dāūd, Ḥadīth No.3574, Vol:03,P:324

[19] ابو داؤد، ح۳۵۷۵:، ج: ۳، ص: ۳۲۴

Abū Dāūd, Ḥadīth No.3575, Vol:03,P:324

[20] نیشابوری، مسلم بن حجاج ابو الحسین القشیری، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ح: ۱۷۳۲، ج: ۳، ص: ۱۳۵۸

Nishāpūrī, Muslim bin Ḥajjāj Al-Qushyrī, Ṣaḥīḥ Muslim, Taḥqīq: Muḥammad Fo,ād 'bd al-Bāqī, (Dār Iḥyā, al-Thurāth Al-'arabiyyat, Beriūt), Ḥadīth No.1732, Vol:03,P:1358

[21] بخاری: ح:۳۴۷۵، ج:۴، ص:۱۷۵

Bukhārī, Ḥadīth No.3475, Vol:04,p:175

[22] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ الانصاری م۱۸۲ھ، الخراج، تحقیق: طہ عبد الرؤف سعد و سعد حسن محمد، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، القاہرۃ، ص:۱۲۹

Abū Yoūsaf Ya'qūb bin Ibrāhīm, Al-Khirāj, Taḥqīq: Ṭāhā 'bd al-Ra,ūf Sa'd & Sa'd Ḥasan Muḥammad, (Al-Maktabat Al-Azhariyat, Le al-Turath, Cario), p:129

[23] ایضاً، ص:۱۳۱

Ibid, p:131

[24] ابو یوسف، الخراج، ص:۱۲۶

Abū Yoūsaf, Al-Khirāj, p:126

[25] کتاب الخراج، ص:۱۳۰-۱۲۹

Abū Yoūsaf, Al-Khirāj, pp:129-130

[26] ایضاً

Ibid

[27] ایضاً، ص:۱۲۹

Ibid, p:129

[28] وکیع، ابو بکر محمد بن خلف بن حیان بن صدقۃ الضبی البغدادی م۳۰۶ھ، اخبار القضاۃ، تحقیق: عبدالعزیز مصطفیٰ المراغی، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، الطبعۃ الاولی ۱۹۴۷م، ج:۱، ص:۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸

Wakī', Abū Bakar Muḥammad bin Khalf, Akhbār Al-Quḍāt, Taḥqīq 'bd al-'zīz Muṣṭfā al-Mrāghī, (Al-Maktabt Al-Tijāriyyat al-Kubrā, Egypt, 1st Edition:1947), Vol:01,pp:108-110

[29] الکندی، ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب الکندی المصری م۳۵۵ھ، کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ للکندی، تحقیق: محمد حسن اسماعیل واحمد فرید المزیدی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۲۰۰۳ء، ص:۲۴۷

Al-Kindī, Abū 'mar Muḥammad bin Yoūsaf, Kitāb al-Walāt wa kitāb al-Qaḍāt lil kindī, Taḥqīq: Muḥammad Ḥasan Ismā'īl & Aḥmad Farīd, (Dār al-Kutab al-'lmiyyat, Beriūt, 1st Edition, 2003ac), p:247

[30] المسعودی، محمد بن احمد، مروج الذہب، دار اندلس، بیروت، ج:۸، ص:۱۹

Al-Mas'ūdī, Muḥammad bin Aḥmad, Morūj Al-Dhahab, (Dār ,undalas, Beriūt), Vol:08,p:19

[31] ایضاً

Ibid

[32] الماوردی، ابوالحسن علی بن حبیب، الاحکام السلطانیۃ، ص:۲۴۸

Al-Māwardī, Abī al-Ḥasan 'lī bin Muḥammad, Al-Aḥkām al-Sulṭāniyyat,p:248

[33] ڈاکٹر ایم ایس ناز، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء، ص:۳۱۸

Dr.M.S Naz, Islāmī Riyāsat mai Muḥtasib kā Kirdār, (Idārat Taḥqīqāt Islāmī, Islāmabād, 1999ac), p:318

[34] ایضاً، ۳۲۳

Ibid,p:323

[35] معتمد خان، توزک جہانگیری، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۰، ص: ۲۰

Mu'tamad Khān, Twzak Jahāngīrī, (Majlis Taraqī Adab, Lāhore, 1960ac), p:20

[36] PLD,1971SC585

[37] روز نامہ جنگ لاہور، ص: ۴، ۱۰مارچ ۲۰۰۷ء

Daily Jang Lāhore, p:04, 10-March-2007ac